مصلح قوم وملت، مورخ ومدبر اور ادیب شہیر حضرت مولانا نظام الدین ''اسیر'' صاحبؒ کے انتقال پُر ملال پر

# تعزیتِ مسنونہ

# اور ان کی حیات کا اجمالی خاکہ

آہ! جس شخصیت کی یاد میں آج ہم سب جمع ہیں وہ نہ صرف اپنے علاقہ بلکہ بر صغیر کی ایک عظیم شخصیت تھی، وہ خود کو گمنام ہونا چاہتی تھی لیکن مشیئت ایزدی کو کچھ اور ہی منظور تھا، ایک چھوٹی سی بستی جو علم و عمل سے خالی وعاری بلکہ بدعات و خرافات کو حاوی تھی اس کے ایک گوشہ میں ایک معصوم بچہ آنکھیں کھولتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمان علم و فن کے افق پر نیر تاباں بن کر چمکتا اور جگمگاتا ہے اور اپنی حیات مستعار کی تقریباً ایک صدی میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیتا ہے جسے رہتی دنیا تک قدر شناس، قدر دانی کرتے اور یاد کرتے رہیں گے۔

وہ بیک وقت انگنت خوبیوں اور کمالات کے جامع تھے جو عام طور پر ایک شخص میں جمع نہیں ہوتیں، وہ کانَ أمةً کے مصداق تھے، تحریر، تقریر، تدریس، خطابت و صحافت کے شہسوار تھے، رفاہی وسماجی خدمات، اصلاح امت اور قوم وملت کی دنیاوی اور اخروی فلاح و بہبود کے لے ہمیشہ کوشاں رہتے، انہیں اپنے و پرائے سب مانتے، وہ قائدانہ و مدبرانہ صلاحیت کے مالک تھے اور پوری زندگی میں اس صلاحیت سے انسانیت کو فیض پہونچاتے رہے، مگر افسوس کہ ہم لوگوں نے ان کو مصلح و مفکر کی حیثیت سے نہ جانا اور نہ متعارف کرایا، اگر وہ کسی دوسری برادری و قوم کے ہوتے تو نہ معلوم وہ بلندیوں کے کس آسمان تک اٹھائے جاتے، شاید وہ اگر اپنی داستاں نہ لکھتے تو ہم انہیں اور پیچھے کر دیتے، بایں ہمہ اس کے پیچھے ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ وہ خود شہرت و ناموری کے خواہاں نہ تھے بلکہ صحیح معنوں میں وہ مخلص القوم وملت تھے چناں چہ وہ ہمیشہ قوم وملت کو جگانے اور سنوارنے میں لگے رہے۔

غرض یہ کہ آج ایک موقر مدرس و مدبر، عظیم مورخ، معروف ادیب اور غیر مشہور مجاہد آزادی ''اسیر ادروی'' ہمارے درمیان نہ رہے یعنی ان کا جسد خاکی ہمارے بیچ نہ رہا لیکن اپنے عظیم الشان کارناموں کی وجہ سے زندہ ہیں اور تا قیام قیامت رہیں گے ان شاءاللہ۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس ہستی نے اپنی زندگی کا آخری ورق بند کر دیا ہے اس کی زندگی کے کچھ ورق کھولیں اور پڑھیں کہ

امیر، جمع ہیں احباب، دردِ دل کہہ لے.......... پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

**《نام ونسب》** آپ کا خاندانی نام نظام الدین ہے مگر اسیر ادروی کے نام سے معروف ومشہور ہیں والد کا نام شیخ عبدالکریم ہے آپ ادری کے ہی باشندہ ہیں، کچھ مدت کے لئے کریم آباد منتقل ہوگئے تھے چناں چہ انہیں کے نام پر کریم آباد نام پڑا. آپ صوم وصلاۃ کے پابند اور قوم کے بہی خواہ تھے.

آپ کی پیدائش کا سال ۱۹۲۶ عیسوی ہے جس کا علم اس طرح ہوا کہ اہل خانہ نے حضرت کو بتایا کہ محلہ کوٹ ادری کی مسجد کی بنیاد اور تعمیر جس سال شروع ہوئی وہی آپ کی پیدائش کا سال ہے اور اس مسجد پر سنہ تعمیر ۱۳۴۵ھ کندہ ہے تاریخ شمسی سے تطبیق دے کر مولانا نے اپنی تاریخ پیدائش نکالی جو اوپر مذکور ہے پس تاریخ قمری کے لحاظ سے تین سال کم اور تاریخ شمسی کے اعتبار سے پانچ سال کم'' سوسال'' آپ کو زندگی ملی.

**《تحصیل علم》** قاعدہ بغدادی وغیرہ کی تعلیم والدین سے حاصل کی، بعدازاں قصبہ ادری کے قدیم ادارہ: فیض الغرباء میں آپ کو داخل کر دیا گیا جو اس وقت ادری کے قدیم جامع مسجد کے مشرقی جانب ایک لمبے سائبان میں چلتا تھا، اس میں اردو وغیرہ کی تعلیم پائی پھر جب مدرسہ اختلاف سے دوچار ہو کر ٹوٹ گیا تو مفتاح العلوم مئو میں داخلہ لیا، چار سال وہاں رہے، شرح جامی وغیرہ تک تعلیم حاصل کی.

پھر خود مفتاح العلوم چھوڑ کر مدرسہ حنفیہ جونپور چلے گئے اور ایک سال پڑھائی کے بعد احیاء العلوم مبارکپور حاضر ہوئے مشکوۃ کی تعلیم یہیں حاصل کی، وہاں سے آئندہ سال دارالعلوم دیوبند گئے داخلہ بھی ہو گیا مگر چند دن کے بعد وہاں سے جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد یوپی چلے گئے اور دورہ حدیث وہیں مکمل کیا.

**《اساتذہ کرام》** آپ کے اساتذہ کرام میں مولانا عبداللطیف نعمانی، محدث کبیر مولانا حبیب الرحمان الاعظمی، مولانا شکراللہ صاحب، مولانا مفتی محمد یسین صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا سید فخرالدین احمد صاحب اور مولانا محمد میاں صاحب وغیرہم ہیں یہ وہ اساتذہ کرام ہیں جو نہ

صرف استاذ بلکہ مشفق مربی وسرپرست رہے چناں چہ مولانا،ان حضرات سے بے حد متاثر ہوئے اوران سے خوب استفادہ کیااور یہ حضرات بھی ان کی ذہانت وفطانت اور سلیقہ مندی وغیرہ کی وجہ سے توجہ خاص فرماتے اور عزت فرماتے۔

مولانا نے اپنی خود نوشت سوانح میں لکھاہے کہ حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب اعظمیؒ خاص توجہ فرماتے اور تربیت کرتے، جمعرات کورات میں حضرت مدرسہ تشریف لاتے، کچھ طلبہ ان کی خدمت کرتے ،اسی دوران مولانا، مجھے اور ادری کے دو ساتھیوں کو بلاتے، نحو وصرف اور لغت کے سوالات کرتے،اور جوابات میں قدرے تاخیر پر سزادیتے.اور ہمارے چلے جانے کے بعد مولانافرماتے کہ یہ بڑے ذہین طلبہ ہیں،آئندہ کام کے آدمی ہوں گے،(چناں چہ استاذ محترم کی پیش گوئی حرف بحرف صادق ہوئی)

﴿فراغت کے بعد﴾ سترہ سال کی عمر میں فراغت کے بعد مولانا گھر آگئے پھر علمی کام کے لئے لاہور تشریف لے گئے لیکن طبیعت کی ناسازی اور دیگر اسباب کی وجہ سے چند ماہ بعد گھر واپس لوٹ آئے۔

﴿**مدرسہ چشمہ فیض ادری کی نظامت**﴾ فیض الغرباء کے ٹوٹ جانے کے بعد ایک عرصہ تک کوئی باضابطہ مدرسہ نہ تھا،چند حضرات کی تگ ودَو سے ایک چھوٹا سا مدرسہ مذکورہ نام سے قائم ہوا جس میں اہم کردار مولانا کے خسر محترم مولانا محمد ظہور صاحب مرحوم نے ادا کیا،۱۹۴۷ میں لاہور سے واپسی کے بعد کمیٹی نے حضرت کو ناظم منتخب کیا،آپ کے پنج سالہ دور نظامت میں مدرسہ نے ظاہری وباطنی خوب ترقی کی،مالیات کی فراہمی وغیرہ کے ساتھ مسجد کے مشرقی جانب جو تالاب ہے اس کی حصولیابی،آپ کی حکمت عملی اور دانشمندی کی مرہون منت ہے۔

﴿**مدرسہ عربیہ دارالسلام ادری کا قیام**﴾ ۱۹۵۴ عیسوی میں اپنی دیرینہ خواہش کے مطابق مولانا نے چند احباب کے ساتھ ایک صاحبِ دل کے سائبان اور صحن میں ایک مدرسہ قائم فرمایا جس کا نام دارالسلام رکھا گیا،مدرسہ کی ذاتی عمارت کے واسطے گرام سماج کی ایک افتادہ زمین جہاں کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا تھا مولانا کو موزوں معلوم ہوئی،چناں چہ اس کو بڑی تگ ودو اور حکمت عملی سے حاصل کیا جس پر شاندار عمارت قائم کی گئی،اس کی آبیاری میں تاحین حیات مولانا کوشاں رہے اور اس کی سرپرستی فرماتے رہے،اسی مدرسہ کے صحن میں آج کا تعزیتی اجلاس جاری ہے۔

﴿چار سال لکھنو میں﴾ زندگی میں ایک وقت ایسا آیا کہ حضرت کو صوبائی جمعیت علماء کے دفتر کا انچارج کا عہدہ محض دو سو روپئے مشاہرہ پر عطا کیا گیا، جس دفتر کا آپ کو انچارج بنایا گیا وہ وادی غیر ذی زرع سے بھی فروتر تھا وہ مہذب انسان کے رہنے کے ہر گز قابل نہ تھا مگر مولانا نے چند سال میں دفتر کی ایک ذاتی زمین لکھنو شہر کے معروف علاقہ امین آباد میں خرید اور شاندار تین منزلہ عمارت تعمیر کرا کر ایک تاریخ رقم کی مگر کچھ لوگ اس کا سہرا، اپنے سر باندھنے میں مصروف رہے، اسی پس منظر میں مولانا نے ایک شعر کہا:

میں پربتوں سے لڑتا رہا اور چند لوگ
گیلی زمین کھود کر فرہاد ہو گئے

﴿شہر بنارس میں﴾ لکھنو سے واپسی کے بعد مولانا گھر آ گئے اور مدرسہ ہذا کی ترقی کو مشغلہ بنایا اسی اثناء میں جامعہ اسلامیہ بنارس، تدریس وغیرہ کے لئے آپ کو مدعو کیا گیا بلکہ آپ وہاں مطلوب تھے، چناں چہ وہاں آپ گئے اور سولہ سال تدریسی و تصنیفی خدمات جلیلہ کے علاوہ اور بھی کارنامے انجام پائے جس کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ وہاں کا ماحول آپ کو سازگار ملا، انتظامیہ ،اساتذہ، طلبہ وغیرہ سب قدرداں ملے. وہیں رہ کر آپ نے ایک مشہور رسالہ ترجمان الاسلام (سہ ماہی) کا اجراء شروع کرایا اور آپ کی ہی ادارت میں وہ رسالہ جاری رہا. اسلامیہ میں دورہ حدیث کا قیام بھی آپ کے ہی ایماء پر ہوا، وہیں آپ نے مختلف منفرد موضوع وعنوان پر متعدد کتابیں لکھیں، سچ یہ ہے کہ بعض وہ عناوین ہیں جن سے اردو دنیا اس وقت تک ناآشنا تھی یا آپ کے ذریعہ ہی اردو دنیا واقف ہوئی.

بنارس کے قیام کے دوران ہی مولانا وحید الزمان صاحب کیرانوی بنارس تشریف لائے جو اس وقت دار العلوم دیوبند کے معاون مہتمم تھے، اور دار العلوم جانے کے متعلق حضرت کے اشارہ کو جاننا چاہا مگر حضرت نے صاف لفظوں میں کہہ دیا:

میں یہاں ہر طرح مطمئن ہوں، میں یہاں سے بڑی سی بڑی جگہ جانے کی سوچ نہیں سکتا جب تک حالات بنارس چھوڑنے پر مجبور نہ کریں....

یہاں کے پر سکون ماحول میں آپ نے تقریباً پندرہ کتابیں تصنیف کیں ان کے علاوہ چار مزید کتابیں ہیں لیکن وہ سب ضائع ہو گئیں یا کر دی گئیں، ان چار میں "نشیب وفراز" اور

"روداد قفس" ہے اول الذکر آپ کے لکھے ہوئے افسانوں کا مجموعہ ہے اور آخر الذکر مولانا کے شعر و نظم کا مجموعہ ہے۔ (مولانا نے بیس سال شاعری کی پھر ترک فرمادیا)

آپ کی مشہور تصنیف "تحریک آزادی اور مسلمان" کی اشاعت کے بعد امریکن کانگریس نے واشنگٹن کی پچاس لائبریریوں کے لئے اس کتاب کے نسخے خریدے اور مولانا سے بایوڈاٹا مانگا اور مفید مشورے طلب کیا۔

آپ کی بعض کتابیں مدارس اور اسکول میں داخل نصاب بھی ہیں۔

مختصر یہ کہ حضرت والا نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو قومی و ملی مفادات میں استعمال کیا اور زبان و بیان، تصنیف و تالیف، حکمت و دانش سے قوم کے لئے بہت کچھ کر گئے اور دکھا گئے، آپ کی مساعی جمیلہ کو تاریخ محفوظ کرے گی اور انہیں زندہ رکھے گی اور آنے والی نسلیں انہیں مشعل راہ بنائیں گیں۔

سچ یہ ہے کہ آپ جیسے مشفق سرپرست کے چلے جانے سے ہم خدام مدرسہ خود تعزیت کے مستحق ہیں، اسی لئے آپ کی وفات سے جو صدمہ اہل خانہ، اعزہ و اقارب، اہالیان قصبہ اور علمی طبقہ کو ہوا ہے اس میں ہم برابر کے شریک ہیں اور آپ کے جانے سے جو خلاء پیدا ہوا ہے اس کے پُر ہونے کی رب قدیر سے دعا والتجا کرتے ہیں، اور مرحوم کے لئے مغفرت اور ترقی درجات کے لئے دعا گو ہیں۔

آخر میں مولانا کے وارث و امین جمیل احمد صاحب وغیرہ سے درخواست کرتے ہیں کہ "داستان ناتمام" کا آخری باب، بقیۃ السلف حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب بنارسی دامت برکاتہم سے تحریر کرنے کی اپیل کریں تاکہ ناتمام داستان، تمام ہو سکے اور والد محترم کی حیات مبارکہ سے متعلق ایک سیمینار کا انعقاد کرنے کا ارادہ کریں تاکہ زندگی کے مختلف گوشے امت کے سامنے آئیں۔ اور علمی دنیا آپ کے محاسن و کمالات سے مزید متعارف ہو سکے۔

فقط والسلام

از: ابن خورشید

﴿۲۲/مئی ۲۰۲۱ء﴾